عبدالواسع بھٹو

پاکستان سے قبل علماء سندھ کی تحریکی خدمات

Abstract:

Scholars of Sindh before the creation of Pakistan, especially Ulemas, were politically active, revolutionists, and attracted the mind of others with their thoughts and ideas. A review of history reflects that Ulemas played a pivotal role in all the movements. They were united and far away from any sectarian differences.

They realized that their only enemy was the executive branch of the state (i.e. the Government). Most active amongst these scholars were: Maulana Taj Muhammad Amroti, Moulana Ubaidullah Sindhi, Rais Jan Muhammad Junejo, Moulana Deen Muhammad Wafai, Peer Rushadullah Shah, etc. It was due to the efforts of these men, that the Muslims of Sub-continent took active part in Khilafat movement, Hijrat movement, Reshmi rumal movement. It was a result of these movements that muslims were able to secure a separate country.

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

حقیقت یہ ہے کہ 'تحریک خلافت' کے اسٹیج سے 'تحریک ہجرت' اور 'قطع تعلقات' کو جلاملی، ان مختلف تحریکوں کی جدوجہد اور جذبات سے ہی انگریز سامراج کو نیکالی ملی اور آگے چل کر برصغیر کو آزادی حاصل ہوئی، جس کے نتیجے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آگے چل کر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

سندھ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے پورے ہندوستان کی اس ضمن میں رہنمائی کی ہے۔ جب پورا ہندوستان خوابِ غفلت میں پڑا ہوا تھا اس وقت اس وسائل سے مالامال خطے کے سادہ مسلمانوں نے اسلام کی برتری اور 'خلافت مقدسہ' کی بحالی کا نعرہ لگا کر پورے ہندوستان کو بیدار کیا۔

انیسویں صدی میں ترکی، مسلمانوں کی واحد ریاست تھی، جس کا نظام حکومت 'خلافت' کے نام سے چاہے کتنا ہی کمزور کیوں نہ تھا، لیکن ترکی اسلامی دنیا کے عقیدت کا محور تھی۔ انگریز نے چالاکی اور مکاری سے ۱۹۱۶ء میں خفیہ طور پر فرانس اور روس سے ایک سمجھوتا کر لیا، جس میں ترکی کی اسلامی سلطنت کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا اور شریفِ مکہ سے معاہدہ کیا کہ مشرکوں کے خلاف لڑنے پر حجاز شام، عراق، لبنان اور فلسطین کے علاقے اس (حاکم مکہ) کے حوالے کئے جائینگے۔[۱]

۱۷، اکتوبر ۱۹۱۹ء تحریک خلافت کا سیاہ دن تھا، جس دن غیور مسلمانوں نے دنیا بھر میں جمع ہو کر انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور عملی طور پر کمربستہ ہو گئے۔ پورے برصغیر میں خلافت کمیٹیاں بنائی گئیں اور کانفرنسوں کا انعقاد کرنا شروع کر دیا۔ ملکی سطح پر شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور دیگر علماءِ حق تحریک کے روح رواں تھے۔ لیکن سندھ سطح پر مولانا تاج محمود امروٹی، مولانا عبیداللہ سندھی، پیر تراب علی شاہ راشدی اور انگریز دشمن زمیندار رئیس جان محمد جونیجو نمایاں تھے۔ بعدازاں مولانا حامداللہ میمن، مولانا شفیع محمد ببر، مولانا عبداللہ بنگل دیرائی، قاضی عبدالکریم عباسی، مولانا عبیداللہ لاشاری، مولانا غلام فرید سپڑیو، حکیم فضل اللہ سومرو، مولانا محمد ابراہیم بھٹوی، مولانا محمد اکرم انصاری اور مولانا محمد صادق میمن کا خلافت موومنٹ میں جو کردار رہا ہے، اسے تاریخ میں ہمیشہ یاد کیا جائیگا۔

۱۷/ اکتوبر ۱۹۱۹ء تحریک کا پہلا دن تھا، جس دن پورے سندھ میں اس آواز کو پہنچایا گیا اور اس دن کو 'یوم خلافت' کا نام دیا گیا۔ اس دن پوری سندھ میں مسلمانوں کی جانب سے خلافت کی بحالی کے لئے دعائیں مانگیں گئیں۔ کئی قرار دادیں منظور کی گئیں۔ سندھ کے قریہ قریہ اور شہر شہر میں یہ دن بڑے اہتمام سے منایا گیا۔ آل انڈیا سطح پر جو قومی خلافت کانفرنس دھلی میں نومبر ۱۹۱۹ء میں منعقد ہوئی اس میں سندھ کے جو رہنما شریک ہوئے وہ تھے، مولانا تاج محمود امروٹی، پیر تراب علی شاہ، رئیس جان محمد جونیجو، حاجی عبداللہ ہارون اور شیخ عبدالعزیز۔

سندھ میں مولانا تاج محمود امروٹی ہی ایسی شخصیت تھے جنہوں نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو خلافت تحریک کا آغاز حیدرآباد سندھ سے کیا تھا۔ مولانا تاج محمود امروٹی نے حیدرآباد صدر کی جامع مسجد میں نماز ادا کی اور پرجوش تقریر کی۔ انہوں نے کہا:

"خلافت کا منصب کسی قوم یا گروہ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ دنیا کی جملہ قومیں یا ان کے افراد، جنہوں نے اپنے رب سے وعدہ کیا ہے اور اس وعدہ پر پابند رہنا چاہتے ہیں، وہ سب کے سب خلافت کی حقدار ہیں۔"[۲]

'خلافت' اسلام کا اہم رکن ہے اس کے بغیر 'اسلامی نظام' کا قیام اور پائیداری ناممکن ہے، اس لئے ہم ایسے حکمرانوں سے اپنے دینی ناطے جوڑنے کے لئے بندھے ہوئے ہیں جن کے اعمال صالح ہوں اور علمی طور پر سبقت رکھتے ہوں وہ دین کے معاملے میں دشمن کے ارادوں سے آگاہ ہوں اور انکے حملوں کو روکنے کی صلاحیت رکھتے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جس نے خلیفہ کی تعبیداری کی اس نے خدا

کی اور میری تعبیداری کی اور جس نے خلیفہ کی نافرمانی کی اس نے خدااور رسول کی نافرمانی کی۔"[۳]

۸، ۷ اور ۹ فروری ۱۹۲۰ء کو ایک مثالی کانفرنس منعقد ہوئی بعد میں دوسرے روز سکھر میں کانفرنس ہوئی اور ۲/اور ۳/ مئی 1920ء کو خلافت کے حوالے سے ایک کانفرنس جیکب آباد میں منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا تاج محمود امروٹی نے کی۔

مولانا تاج محمود امروٹی نے اپنے خطاب میں کہا: "انگریز سامراج دوقسم کے تعصب میں مبتلا ہے، ایک مذہبی تعصب دوسرا ملک گیری اور اقتدار کی بھوک۔ انگریز سامراج نے اس ملک گیری کی ہوس کے تحت خوشحال مسلمان ریاستیں اپنے قبضے میں کرلی ہیں۔"

مولانا تاج محمود امروٹی نے جذبات میں آکر فرمایا: "مکہ معظمہ سامراج کے اثر میں آگیا ہے، بصرہ اور بغداد پر 'صلیبی پرچم' لہرارہا ہے، بیت اللہ میں سے توحید کا سایہ گم ہوگیا ہے اور ۱۳/ سو برس کی اسلامی تاریخ کاورثہ یعنی خلافت خاتمے تک پہنچ چکی ہے۔ کیااب بھی مسلمان اس سے زیادہ تباہی کے منتظر ہیں ؟۔ اب ہم آپ کو صاف بتاتے ہیں کہ جہاد آپ پر فرض ہوگیا ہے مگر چونکہ اسلحہ اور سازوسامان نہیں اس لئے ہمیں دوسرے ملک کی طرف ہجرت کر جانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔"[۴]

مولانا تاج محمود امروٹی اور انکے ساتھیوں نے خلافت کے حق میں سندھ میں جو فضا قائم کی تھی اس کا اندازہ لوگوں کی ان مالی قربانیوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً دیں۔ ہفتہ روزہ 'الحق' کی ایک خبر ہے۔

ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ ایک مسلمان نے اپنی زمین ایک لاکھ ۲۳ ہزار روپے میں بیچ کروہ رقم مولانا تاج محمود امروٹی کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ رتوڈیرو کے وڈیرے میاں علی حسن گھانگھرو نے ۲۵ ہزار روپے کی زمین تحریک خلافت فنڈ میں دینے کا اعلان کیا ہے۔[۵]

تحریک ہجرت:

"سندھ کے ۲۵ ہزار مسلمان مذہبی معاملات میں انگریز کی مداخلت والی پالیسی کیخلاف احتجاج کے طور پر افغانستان ہجرت کرنے کو تیار ہیں۔ یہ تار رئیس جان محمد جونیجو نے جنرل سیکریٹری ہجرت کمیٹی کے طور پر اپنے دستخط سے بمبئی میں گورنر کے پولیٹیکل سیکرٹیری کو بھیجا۔"[۶]

مولانا دین محمد وفائی نے اپنی کتاب میں 'یادجاناں' عنوان سے ایک مضمون میں ہجرت کی تصویر کشی اس طرح کی ہے: وہ دن ایک ایسا تاریخی دن تھا جس کی سچی کیفیت اور حقیقت قلم کی معرفت بیان

کرنا بہت مشکل کام ہے۔ لاڑکانہ کی سرزمین نے ایسے خوشی اور غم، شادی اور ماتم کے ایک دوسرے سے ملے ہوئے دن نہیں دیکھے ہونگے مہاجروں کی جدائی میں ایک طرف صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی تو دوسری طرف مذہبی محبت اور اسلامی غیرت کی قربان گاہ میں صدقہ بننے کے لئے شادی تھی، غم اور شادی کا ایک جگہ پر ایسا نظارہ دنیا کے آگے بہت تھوڑا سا گذرا ہوگا۔[۷]

خاکسار تحریک:

علامہ عنایت اللہ مشرقی نے ۱۹۳۱ء میں پانڈوں کے گاؤں میں آل انڈیا خاکسار تحریک قائم کی۔ وہ آل انڈیا کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ دونوں سے ناراض تھے ان کا خیال تھا کہ محمد علی جناح اور کانگریس کے مختلف نعرے فقط انتخابات جیتنے کے لئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مختلف صوبوں میں ان کی حکومتیں قائم ہوں۔

علامہ صاحب کا خیال تھا کہ ہندوستان کو حالات کے بل بوتے پر آزاد کراکر قومی ریاست کی داغ بیل ڈالی جائے۔ اس جماعت میں طاقت ۱۹۴۰ء کے بعد آنا شروع ہوئی۔ سندھ میں اس تحریک کو متعارف کرانے والے نصیر محمد خان نظامانی تھے۔ جنھوں نے حیدرآباد کو مرکز بناکر اس کے لئے کام کیا ان کے مددگار محمد اکبر تھے جو طبابت کرتے تھے۔

سندھ میں خاکسار تحریک کے سرگرم کارکن: مولانا شفیع محمد نظامانی، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مولانا محمد یعقوب حاجانو، لعل بن یوسف، مولانا احمد علی مجذوب، فیض صندل، مظفر حسین جوش، سید منظور نقوی، مولانا خیر محمد نظامانی، تاج محمد صحرائی شکارپوری اور پروفیسر کریم بخش نظامانی تھے۔[۸]

ریشمی رومال تحریک:

۱۸۵۷ء کی تحریک بعد انگریزوں نے اس ملک میں ظلم وتشدد کا خوفناک مظاہرہ کیا انہوں نے ہندوستانیوں کو ہر لحاظ سے تنگ دست اور مفلس کیا۔ ایک طرف شہروں اور گاؤں کو لوٹنے کے لئے فوجیوں کو کھلی اجازت دی گئی تو دوسری طرف کاشتکاروں پر اتنے بھاری محصولات لگائے گئے جو لوگ دن بہ دن غربت کا شکار ہونے لگے۔

تجارت میں ملکی اور غیر ملکی کا امتیاز کرکے تاجروں کی تجارت کو ختم کیا گیا۔ مطلب کہ ہر طرف خونریزی اور ڈکیتی سے ملک تباہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہندوستانیوں کے مذہب پر اعتراضات کئے گئے اور انکے

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

پیشواؤں کا مذاق اڑایا کیا گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی اسی عرصہ میں پیر جھنڈو کے مدرسے 'دارالرشاد' کے مہتمم تھے۔ جیسے ہی شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی طرف سے اُنہیں دیو بند پہنچنے کا حکم ملا تو مولانا سندھی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دیو بند پہنچ گئے۔ وہاں مولانا محمود الحسن کے تعاون سے سن ۱۹۰۹ء میں "جمعیت الانصار" نام سے ایک جماعت قائم کی۔[۹]

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو مولانا عبید اللہ سندھی جیسا سچا انقلابی، انگریز دشمن، آزادی کا متوالہ اور سندھ کا سروپیج سپاہی مل گیا تو شیخ الہند نے ملکی خدمت کے لئے اسے منتخب کیا۔

جب انگریز ۱۹۱۴ء میں عالمی جنگ میں مبتلا ہو گیا تب شیخ الہند کو خیال ہوا عبید اللہ سندھی کابل پہنچ کر کسی طرح پٹھانوں کو آمادہ کرے کہ وہ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں کے خلاف ہندوستان پر حملہ کریں کہ انگریزوں کے عذاب سے آزاد ہو جائیں۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے ہندوستانی لیڈروں اور بیرونی مدد گار ملکوں کی مشاورت سے ملک کی اندرونی اور بیرونی فضا ساز گار بنائی اور ترکی، افغانستان، جرمنی اور دوسرے اسلامی ملکوں میں اتحاد قائم کر کے ہندوستان پر حملہ کر کے انگریزوں سے آزاد کرانے کے لئے آمادہ کیا اور عارضی حکومت کا خاکہ بنا کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کابل جانے کا ارادہ کیا تو پہلے مولانا عبید اللہ سندھی کو کابل پہنچنے کا حکم دیا اس وقت انگریز کی سی۔ آئی۔ ڈی نہایت خبر دار تھی۔ ملک سے باہر نکلنا بھی مسئلہ تھا۔ مولانا سندھی نے بڑی جرأت سے ملک کی سرحد عبور کی کیونکہ سیاسی لیڈر کی حیثیت سے اس کے نقل و حرکت پر سخت چوکسی تھی۔

مولانا عبید اللہ سندھی مکمل تیاری کرنے کے بعد اپنے ساتھی مولوی عبد اللہ لغاری کو ساتھ لیکر مولانا تاج محمد امروٹی کے تعاون سے ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کابل جا پہنچے۔[۱۰]

مولانا عبید اللہ سندھی نے کابل میں رہ کر انگریزوں پر حملہ کرنے کے لئے ترکی، حجاز، افغانستان اور دوسرے ممالک پر مشترکہ تعاون کا انتظام مکمل کر کے جہاد کا ایک جامع پروگرام مرتب کیا جو ایک زرد ریشمی رومال پر گل کاری یا کڑہائی کی شکل میں عربی زبان میں تحریر کیا۔[۱۱] اس انقلابی اور آزادی کی تحریک کو انگریز سرکار نے 'ریشمی رومال کی سازش' (Silk Letter Conspiracy) قرار دیا۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری اپنے تحقیقی مضمون "تحریک ریشمی رومال اور سندھ" کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"ریشمی تحریک والے رومال کو تین حصوں میں تحریر کیا گیا تھا پہلے رنگ کے ریشمی کپڑے میں سے رومال کے انداز سے تین ٹکڑے بنائے، پہلا خط تحریک کے ایک نوجوان نو مسلم، شیخ عبد الرحیم حیدر آبادی کے

نام تحریر کیا گیا یہ خط پہلی جولائی ۱۹۱۶ء کو تحریر کیا گیا۔ اسی طرح دوسرا خط شیخ الہند کے نام سے لکھا گیا۔ یہ خط ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھا گیا۔ اسی طرح تیسرا خط بھی اسی نوعیت کا تھا جو بھی شیخ الہند کے نام سے لکھا گیا تھا۔

تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے مولانا سندھی نے کابل میں اور مولانا محمود الحسن نے ہندوستان سے کچھ وفود بیرونی ممالک بھیجے کہ وہ ان کو انگریزوں کے ظلم و بربریت اور انقلاب سے آگاہ کریں۔[۱۲]

اس سلسلے میں مولانا عبد اللہ لغاری کو ہندوستان بھیجا گیا کہ راجا مہندر پرتاب اور مولانا عبید اللہ سندھی کے خطوط لیکر مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل کو جا کر سلامتی سے پہنچائیں اور مولانا غلام محمد دین پوری، مولانا تاج محمود امروٹی اور پیر جھنڈو کے پیر رشد اللہ صاحب سے انگریزوں کے خلاف جہاد کی باقاعدہ اجازت طلب کر کے واپس کابل آئیں۔

مولانا عبد اللہ لغاری کی سندھ آمد بعد مولانا عبید اللہ سندھی افغانستان حکومت سے معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سارا معاہدہ اور حملہ کرنے کی تاریخ اور منظوری ایک ریشمی رومال پر تحریر کرائی گئی، جو عربی زبان میں تھی، جس پر حبیب اللہ خان اور انکے تینوں بیٹے کے دستخط تھے۔ وہ رومال ملتان کے ایک نو مسلم شیخ عبد الحق کے حوالے کیا گیا جو اس وقت افغانستان اور ہندوستان میں کپڑے کی تجارت کرتا تھا اور تحریک کے پیغام رسانی کا کام بخوبی کرتا تھا۔

شیخ عبد الحق کو ہدایت کی گئی تھی کہ اگر ہو سکے تو حیدر آباد سندھ پہنچ کر یہ رومال شیخ عبد الرحیم (نو مسلم رہنما) کو دے جس کو پہلے ہی پروگرام دیا گیا تھا کہ وہ رومال حج پر جا کر شیخ الہند کے حوالے کرے۔

شیخ عبد الحق روانہ ہوئے اور ملتان پہنچ کر 'ربنواز' کے مہمان بنے اور انہیں راز سے واقف کیا۔ اس عرصہ کے دوران میزبان ربنواز نے ایک رومال ملتان ڈویزن کے کمشنر کو دکھایا۔ شیخ عبد الحق کو جب احساس ہوا کہ ربنواز نے غداری کی ہے تو آپ یکدم دینپور پہنچ گئے اور ریشمی رومال کے بقیہ خطوط مولانا دین پوری کے حوالے کئے لیکن ایک 'اصلی رومال' جس پر تحریک کا منصوبہ 'کڑہائی' کی صورت میں تحریر تھا وہ شیخ عبد الرحیم کو حیدر آباد سندھ میں پہنچایا۔

ملتان کے کمشنر نے خط .C.I.D کے حوالے کیا جس نے خط کا بغور جائزہ لیا اور خط کو سازش قرار دیا۔ بالآخر حکومت حرکت میں آگئی اور دین پور کے بزرگوں، مولانا عبد اللہ لغاری، مولانا تاج محمود امروٹی اور پیر جھنڈو کے بزرگوں کو گرفتار کیا گیا۔[۱۳]

شیخ عبد الرحیم کو وہ اصلی رومال مل چکا تھا، جب اس کو گرفتار کرنے کے لئے فوج نے دیواریں توڑ کر انکے گھر پر حملہ کیا تو وہ فراراً ہو چکے تھے لیکن وہ رومال فوجیوں کے ہاتھ آ گیا۔ اسطرح 'ریشمی رومال تحریک کا

'راز فاش ہو گیا اور یہ تحریک ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئی۔[۱۴]

تحریک ترک موالات:

اس تحریک کی تخلیق سب سے پہلے سندھ دھرتی سے طلوع ہوئی اس سلسلے میں اپریل ۱۹۲۰ء میں سیہون میں خلافت کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں ترک موالات کی قرارداد پیش کی گئی۔

پھر جلد ہی ہند اور سندھ کے علماء نے اس فیصلے کی تصدیق کر کے فتویٰ جاری کیا جس پر سندھ میں حاجی محمد قاسم (سونڈا)، مولانا تاج محمود امروٹی اور مولانا شمس الدین (حیدرآباد) نے دستخط کئے۔ اس فتویٰ کے بعد تحریک ترک موالات کے آغاز کے بعد ایک دوسری جامع فتویٰ نکالی گئی۔ جس میں سندھ کے بہت سے علماء نے دستخط کئے۔

'تحریک ترک موالات' وہ جامع تحریک تھی جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے فرنگی سرکار سے قطع تعلق کا اعلان تھا۔ اس لئے اس تحریک کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

۱۔ سرکاری کونسلیں کی ممبری، وکالت، سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم، تعلیمی اداروں کے لئے سرکاری مالی امداد، اعزازی مجسٹریٹیوں اور دوسری سرکاری مراعات قبول نہ کرنا وغیرہ۔

۲۔ حکومت کی فوجی اور غیر فوجی ملازمت جو حرام سمجھنا۔

۳۔ انگریزی مال استعمال نہ کرنا۔

تحریک ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لئے سندھ خلافت کمیٹی نے ایک منظم لائحہ عمل مرتب کیا۔ اسی طرح تحریک کے آغاز سے کچھ وقت پہلے ذرائع وابلاغ وسیلے 'ترک موالات' کی تشہیر کی گئی اور لوگوں کو ہدایت دی گئیں۔[۱۵]

اس طرح یہ سب علماء کی شروع کردہ تحریکیں، انقلابی تحریکیں تھیں اور انگریز سامراج کے ہندستان سے نکالے جانے والی تحریک آزادی کا پیش خیمہ ہے، جس کے نتیجے میں آگے چل کر انگریز کو برصغیر چھوڑنا پڑا۔ برصغیر کی تقسیم ہمارے علماءِ حق کی تحریک روح کے خلاف تھی لیکن حالات اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ یہ تقسیم ناگزیر تھی۔ اگر مولانا عبید اللہ سندھی اور شیخ الہند کے خواب تعبیر پاتے تو برصغیر کا نقشہ کچھ اور ہوتا، لیکن باوجود اس کے اس خطے سے انگریز کا انخلا ان علماءِ حق کا ہی کارنامہ گردانا جائے گا۔

حوالاجات

۱۔ بھٹو، محمد موسیٰ، 'پرينءَ جي پچار' 7، جلد اوّل، حیدرآباد، ۱۹۸۲ء، ص:۸۲۔

۲۔ عابد لغاری، تحریک آزادی میں سندھ کا کردار، رہبر یونائیٹڈ پبلیکیشنز، اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد، ۱۹۹۲ء، ص:۴۰۔

۳۔ بھٹو، محمد موسیٰ، 'پرينءَ جي پچار' 7، جلد اوّل، حیدرآباد، ۱۹۸۲ء، ص:۵۵۔

۴۔ لغاری، عابد، تحریک آزادی میں سندھ کا کردار، رہبر یونائیٹڈ پبلیکیشنز، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد، ۱۹۹۲ء، ص:۵۴۔

۵۔ ایضاً، ص:۵۶۔

۶۔ بھٹو، محمد موسیٰ، 'پرينءَ جي پچار' 7، جلد اوّل، حیدرآباد، ۱۹۸۲ء، ص:۹۲۔

۷۔ وفائی، دین محمد، مولانا، 'یاد جانان' سکھر، ۱۹۲۰ء، ص:۹۔

۸۔ لغاری، عابد، تحریک آزادی میں سندھ کا کردار رہبر یونائیٹڈ پبلیکیشنز، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد،، ۱۹۹۲ء، ص:۲۴۰۔

۹۔ عبدالرزاق سومرو، پروفیسر، ڈاکٹر، .Ph.D مقالہ بعنوان 'لاڑڪاڻي ضلعي جي ديني عالمن جو دين جي اشاعت ۾ حصو' سندھ یونیورسٹی جامشورو۔ ص۔۱۳۶۔

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۴۰۔

۱۱۔ مدنی، حسین احمد، مولانا، 'تحریک ریشمی رومال' (اُردو)، ۱۹۶۰ء، ص:۱۹۳۔

۱۲۔ علی محمد راشدی، پیر، 'اُهي ڏينهن اُهي شينهن'، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۱ء، حیدرآباد، ص:۱۹۔

۱۳۔ بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر، مولوی عبداللہ لغاری، (مقالہ) سہ ماہی 'مہران' سوانح نمبر ۱۹۵۷ء، جلد ۴، ۳، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، ص:۲۷۶۔

۱۴۔ نیاز محمد یعقوب 'تحریک ریشمی رومال میں سندھ کا حصہ'، رہبر یونائیٹڈ پبلیکیشنز، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد، ص:۱۳۶۔

۱۵۔ روزانہ 'الوحید' کے مختلف پرچے، مثلاً ۶/ جولائی ۱۹۲۰ء، ص۔۳۔ بحوالہ عابد لغاری، 'تحریک آزادی میں سندھ کا کردار' ۱۹۲۰ء، رہبر یونائیٹڈ پبلیکیشنز، اسٹیشن روڈ حیدرآباد، ص:۲۴۰۔

Shah Abdul Latif Bhitai Chair